QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

شریعت اور رائج قانون میں شادی کے لئے عمر کا تعین: ایک تقابلی جائزہ

Determination of Marriage Age in Islamic Sharīah and Prevailing Law: A Comparative Review

Muhammad Farooq Akram
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, HITEC University Taxila, Pakistan
Email: muftimuhammadfarooqakram786@gmail.com
Dr. Rab Nawaz
Associate Professor, Department of Islamic Studies, HITEC University Taxila, Pakistan Email: qarirabnawaz@gmail.com

This article comprises of discussion regarding puberty and age of marriage in Islamic Sharīah and current applied law. In Islam recognition of adolescence (bulūghat) has been determined with the different factors and reasons after that practices of Sharīah are obligatory. Current prevailing law is also charged with some restrictions concerning the age of marriage. In this comparative analysis, we came to know that there are some discrepancies between legal proceedings from both sides. This study finds that Islamic Sharīah incorporates multiple aspects to declare the age of puberty as compared to the law of the time. Both male and female genders are subject to different ages of marriage. In Islam symptoms of puberty are central to the age of marriage. There is no puberty before 12 years for male and 9 years for female genders. Depending upon the situation there are several factors to justify the age of marriage well-elaborated in Islamic jurisprudence.

Keywords: Marriage, Puberty, Sharīah, Prevailing law, Comparison

تعارف:

شریعتِ اسلامی میں انسان اسی وقت تمام احکام کا پابند ہوتا ہے جب وہ بالغ ہو جائے، اس لیے کہ بلوغ عام حالات میں فہم و شعور، جسمانی نشو ونما اور صلاحیت کے ایک منزل تک پہنچ جانے کی علامت ہے، اس کے لئے بلوغ، حلم، رشد کے الفاظ قرآن وسنت میں مختلف مواقع کی مناسبت سے مذکور ہیں، چنانچہ بالغ ہونے کے بعد حسبِ استطاعت وصلاحیت تمام عبادتیں اس فرد پر فرض ہو جاتی ہیں، نکاح وطلاق، خرید وفروخت، ہبہ ووصیت، وقف وعاریت، اجارہ وکفالت وغیرہ جملہ معاملات میں وہ شخص خود مختار ہو جاتا ہے،

لیکن نکاح کے لئے اس کے اولیاء کو اجازت دی گئی ہے کہ نابالغی کی حالت میں باپ دادا یا ان کی غیر موجودگی میں عصبات (قریبی رشتہ داروں) میں سے کوئی اور رشتہ دار نکاح کرا دے تو بالغ ہوتے ہی اس لڑکے یا لڑکی کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ چاہے تو اس نکاح کو باقی رکھے، اور چاہے تو رد کر دے، رائج قانون کے مطابق نکاح کے لئے اس کو عدالت یا کسی جرگے وغیرہ کے سامنے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پاکستان کے عائلی قوانین میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ عائلی قوانین میں شرعی احکام ہی کی وضاحت ہے شریعت کے مد مقابل کوئی نیا نظام لانے کی کوشش نہیں مثلاً ایک مقدمہ "مسماۃ دولاں بنام دوسہ "میں ہائی کورٹ لاہور نے یہ فیصلہ دیا کہ The Dissolution of Muslim Marriage Act 1939 کا مقصد مسلم عائلی قوانین کی توضیح ہے اس کو تبدیل کرنا نہیں ہے۔[1] اگر شریعت مطہرہ کی روشنی میں تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس باب میں سب سے مشہور مثال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کے کے چھ سال کی عمر میں منعقد کئے گئے نکاح کی پیش کی جاتی ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تھا اور رخصتی نو برس کی عمر میں ہوئی۔ یعنی مذکورہ بالا قانون اس منعقدہ کم سنی کی شادی کی یقیناً تائید ہی کرے گا۔ نیز جب ہم دیکھتے ہیں کہ کسی خاص خوف کے تحت کم عمری کے نکاح پر سزا کی بات ہوتی ہے تو اس خوف کو دور پہلے ہی سے کر دیا گیا کہ مقاصدِ شریعت میں سے دیکھا جائے تو حفظِ نسل اس قانون کے بنانے سے متعلق تحفظات کو دور کرنے میں معاون ہے۔ اور نکاح کے مقاصدِ حقیقی کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس میں شہوت کی تکمیل اور افزائشِ نسل بھی ہے۔

انہی دو مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض احباب نے یہ گمان کیا کہ جب نکاح کے یہی دو مقاصد ہیں تو یہ نابالغ سے تو متصور ہی نہیں پھر ایسی صورت میں نابالغ کا نکاح بالکل نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ ایک اور چیز بھی ساتھ متعلق ہے کہ ایسے حالات بھی درپیش ہو سکتے ہیں جہاں پر نکاح صرف عقد کی صورت میں ہی ہو، نہ کہ مذکورہ بالا مقاصدِ شریعت (افزائش نسل و حفظ نسب یا شہوت کی تکمیل کے لئے) کے حصول یعنی بیوی کو نابالغی کی حالت میں رخصت کر کے شوہر کو اس نابالغہ سے صحبت کی اجازت دینا۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی مستند کتاب فتاویٰ شامی میں بیان کیا گیا کہ: جب تک بچی وطی یعنی صحبت کے قابل نہ ہو جائے تو باپ کو یہ حق ہر گز نہیں پہنچتا کہ وہ بچی کو خاوند کے سپرد کرے اور اس میں عمر کا کوئی اعتبار نہیں۔[2] دورِ حاضر میں اس اہم موضوع پر جدید ذہن کے حامل افراد نے لب کشائی کرتے ہوئے شریعت کی مقرر کردہ حدود کی باریک بینی کو اکثر فراموش کئے رکھا ، حالانکہ ایک چیز جو اسلام میں پہلے سے ہی ممنوع ہے تو اسی ممنوعہ چیز کی مزید ممانعت کے لئے حلال کاموں پر بھی قدغا عائد کرنا ناقابلِ فہم بات ہے۔ جس کا تصور ایک صاحبِ فہم و دانش شخص سے متصور نہیں۔

بہر حال یہ بات تو ثابت شدہ ہے کہ رائج قانون میں اگرچہ ایسی شادی کی (جو کہ لڑکی کی سولہ سال اور لڑکے کی اٹھارہ سال سے پہلے ہو) حوصلہ شکنی ہی کی جاتی ہے نیز ایسی شادی کی رجسٹریشن کا کوئی معقول طریقہ بھی وضع نہیں کیا گیا اور ایسا کرنے والوں کے لئے سزاؤں میں آئے دن اضافہ بھی دیکھنے میں آتا رہتا ہے تاہم انعقادِ نکاح ضرور ہو جاتا ہے۔ چاہے سزا ہو لیکن وہ دونوں شرعی اصولوں کی نظر میں میاں بیوی ہی تصور کئے جاتے ہیں ۔ اگرچہ وہ سزا کے ساتھ ساتھ دورِ جدید میں نکاح کی رجسٹریشن سے حاصل

[1] Monthly Law Digest (MLD) 2000 Lahore, 1886.

[2] Ibn ʿAbidīn Shāmī, Muhammad Amīn ibn ʿUmar, *Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār*, Kitāb al Wilāyah (Beirut: Dār al-Fikar, 1412), 3:66.

ہونے والے فوائد سے محروم ہی رہتے ہیں۔ نیز ابھی تو اس بات کو بھی زیرِ بحث لایا جارہا ہے کہ یہ انعقادِ نکاح بھی آخر کیوں ہو جاتا ہے یہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔

اس مقالہ میں ہم اسی پر بحث کریں گے کہ ایک آفاقی قانون (شریعت) ہے اور دوسرا وضعی قانون ہے جو اس آفاقی قانون کی تشریح و توضیح کی غرض سے عمل میں لایا گیا ہے۔ اور یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ شریعت سے مسائل کے استنباط کی صلاحیت واستعداد ہر فرد کے بس کی بات نہیں اور اس کام کے لئے شریعت کے ماہرین ہوتے ہیں جو اس کام کو سرانجام دیتے ہیں۔ تولا محالہ ایک غیر مجتہد قانون دان فقہاء کی آراء سے حتی المقدور استفادہ تو کرتا ہے لیکن عین ممکن ہے کہ اس کاوش میں ذراسی چُوک کے نتیجے غیر راجح یا غیر مستند رائے قانون کا حصہ بن جائے۔ اور یہ خطا ایسی نہیں کہ جو ایک بار ہو اور وقتی ہو اور پھر اس کا اثر فوراً ختم ہو جائے بلکہ یہ ایک قانون کا حصہ بن جانے کی وجہ سے مستقل حیثیت اختیار کر جائے گی جس کی بناء پر غیر معینہ مدت کے لئے اس غلطی کو دوام نصیب ہو گا ۔اس مقالہ میں ہم رائج قانون اور شریعت کے تقابل سے بلوغت اور شادی سے متعلق عمر جیسے اہم موضوع کا جائزہ پیش کریں گے۔ نیز ان کے مابین جہاں پر احکام میں تصالح موجود ہے اس کی نشاندہی کے ساتھ کہیں اگر کچھ سقم یا اختلاف وتضاد پایا جائے تو اس کی نشاندہی بھی کریں گے۔

اس مقالہ میں شریعت کے احکام سے شناسائی کے لئے "شرعی احکام کا مطالعہ" کے تحت قرآن، حدیث، اور فقہاء کی آراء کا بلوغت کے حوالے سے ذکر اور عمرِ بلوغت سے پہلے شادی کے حوالے سے رائج قانون کی " دفعہ 270۔ نابالغوں کا نکاح(Marriage of minors) اور اس سے متعلقہ عدالتی نظائر اور ان کی تشریح ذکر کریں گے۔ پھر جن امور میں شریعت اور رائج قانون میں تصالح ہے اس کے بیان کے بعد انہی کے مابین تضاد اور آخر میں نتائج بحث خلاصہ ذکر کیا جائے گا۔ اسی منہج تحقیق میں بیان کردہ تفصیل سے ہی اس بات کا بخوبی اندازہ بھی ہو تا ہے کہ یہ دورِ حاضر کا ایک اہم موضوع ہے جس پر کام کی ضرورت تھی جس میں مذکورہ زیرِ تحقیق موضوع کے حوالے سے شریعت اور رائج قانون میں تقابل کے حوالے سے کام ہونا ناگزیر ہے۔

1. سابقہ کام کا جائزہ

شادی کی عمر کی تعیین پر اسلامیات میں لکھے گئے مقالہ جات کو ہم چند اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں جن میں ملائشیا کے قانون میں عمرِ نکاح اور مقاصدِ شریعت اور طبی پہلو، کم سنی کی شادی اور خیار بلوغ پر پاکستانی قانون سے تقابل، انڈونیشیا کے قانون میں عمر کی تحدید اور شرعی نقطہ ءنظر نیز اسلامی ممالک کا قانون شادی کی عمر کے حوالے سے، یہ تقسیم ہمارے سامنے آتی ہے اب اس کو الگ الگ ذکر کرتے ہیں۔

پہلا جس کا تعلق ملائشیا کے قانون سے ہے[3] اس مقالے میں کم سنی کی شادی کے حقوق پر بات کی گئی ہے کچھ اور اہم امور مثلاً ملائیشیا کے وفاقی قوانین متعلقہ "کم عمری کی شادی" کے حوالے سے معلومات ذکر کی گئی ہیں۔ نیز مقامی قوانین کے ساتھ ساتھ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اعلامیہ اور اقوامِ متحدہ کے بچوں کے بنیادی حقوق کنونشن(CRC) کے حوالے سے جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ اور آخر میں نئے قوانین بنانے کے حوالے سے قانون ساز اداروں کو سفارشات اور موجودہ قوانین میں اصلاحات کے حوالے سے بھی

[3] Ibrahim Irini, Faridah Hussain, and Norazlina Abdul Aziz. "The Child Bride: Rights under the Civil and Shariah Law." *Procedia-Social and Behavioral Sciences* 38 (2012): 51–58.

سفارشات پیش کی گئی ہیں۔ دوسرا جس کا تعلق انڈونیشیا کے قانون سے ہے، [4] اس مقالہ میں انڈونیشیا کو اسلامی ممالک میں آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک ہونے کے ناطے تمام قوانین میں شریعت کی پاسداری کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اور کم عمری کی شادی کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کو بنیاد بنا کر بات کی گئی ہے۔ اور پھر "انڈونیشیا کو (UN) کا ایک ممبر ہونے کے ناطے ان کے بنائے گئے قوانین کو ماننا لازم ہے" اس بات کو پیش کرنے کے بعد مقاصد شریعت اور نفسیاتی نقطہ نظر کے حوالے سے کلام پیش کیا گیا ہے اور نتائج بحث پیش کئے گئے ہیں۔

تیسرا جس کا تعلق پاکستانی قانون اور خیارِ بلوغ کے ساتھ ہے، [5] اس مقالہ میں بیان کیا گیا ہے کہ پوری دنیا میں اس وقت کم عمری کی شادی کی حوصلہ شکنی کی جارہی ہے۔ نیز اس کو سماجی اور قانونی مسئلہ کی حیثیت حاصل ہے نیز یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب اسلام کم عمر کی شادی کی اجازت دیتا ہے تو وہ نابالغ کو خود شادی کا اختیار نہیں دیتا بلکہ نابالغ کے اولیاء کو اختیار دیتا ہے اور ان پر چند پابندیاں بھی اس ضمن میں شرعاً لاگو ہوتی ہیں۔ نیز رائج قانون میں بھی شریعت کی پیروی میں بنائے جاتے ہیں۔

کم عمری کے نکاح کو منعقد مانا جاتا ہے لیکن کم عمری کی شادی کی عالمی قوانین کے تقاضوں کے پیشِ نظر حوصلہ شکنی کی جاتی ہے اور اسی ضمن میں سزاؤں کا سلسلہ بھی ترتیب دیا گیا ہے۔ اور اس مقالہ میں خصوصاً خیارِ بلوغ کے حوالے سے شریعت اور قانون کے ہاں اس کی حیثیت پر بحث کی گئی ہے نیز قانون کی امثلہ بھی مذکور ہیں۔ نیز اگلا جس کا تعلق صغر سنی کی شادی پر تنقید سے ہے، [6] اس مقالہ میں صغر سنی کی شادی کی مذمت والے اقوال کو جمع کیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں موجودہ رائج قوانین کی تاریخی تفصیل ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ عہدِ جاہلیت، عہدِ نبوی کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس دور میں کم عمری کی شادی کا تصور ہی نہیں تھا بس ایک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی ہی ایک مثال تاریخ کا حصہ ہے جو نبیء کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا۔ اور کسی دوسرے کے لئے ایسا نہیں۔ نیز اس کو مسلمانوں میں دورِ جاہلیت کا لیا ہوا ایک رواج قرار دیا گیا ہے۔ اور خاص طور پر قاضی ابن شبرمہ کے مذہب کی تقلید کی گئی ہے۔ نیز کم عمری کی شادی کے دلائل کو عجمی اثرات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ نیز ایک اور مقالہ جس میں مسلم ممالک کے قوانین کم عمری کی شادی کے حوالے سے مذکور ہیں [7] اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کم سنی کے نکاح پر مستشرقین کے سند اور متنِ حدیث پر اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے اور اس مقالہ کے آخر میں اس حوالے سے قانون سازی کی اجازت بھی مذکور ہے۔

[4] Zaen al-Mahmudi, and Khalimatus Sa'diyah. "The Minimum of Marriageable Age in Maqāsid Al-Sharia and Psychological Perspectives:" In *Proceedings of the 1st International Conference on Recent Innovations* (Jakarta, Indonesia: SCITEPRESS Science and Technology Publications, 2018), 1189–95. https://doi.org/10.5220/0009924711891195.

[5] Mudassara Sabreen & Samia Maqbool Niazi "Child Marriage and the Right of Option of Puberty: A Comparative Study of Islamic and Pakistani Law" *Fikr-o-Nazr* 56, no. 3 (2019): 121-140.

[6] Umar Ahmad Usmani, " صغر سنی کی شادیاں اور اسلام-ایک تنقیدی جائزہ Sighr Sini ki Shadian aur Islam. Aik Tanqeedi Jaiza." *Fikr-o Nazar* 1, no, 7-8 (1964): 33–54.

[7] Hafiz Abd al- Basit Khan & Ahmad , Shabeer, "The Minimum Age of Marriage in Family Laws of Muslim Countries-A Critical Analysis," *Afkar Journal of Islamic Studies* 5, no. 1 (June 2021): 65–82.

ہمارے اس مقالہ میں عمرِ نکاح شرعاً اور قانوناً، اور پھر شرعاً میں بالتفصیل قرآن وسنت سے دلائل اور فقہاء کی آراء اور پھر رائج قانون کی دفعہ 270 اور پھر اس سے متعلقہ قانونی ابحاث کی وضاحت اور عدالتی نظائر پیش کی گئی۔اور آخر میں تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

2. شرعی احکام کا مطالعہ

بلوغت کی عمر کے حوالے سے شریعت میں سے تفصیلات درجِ ذیل ہیں۔یہ بات تمام مسلمانوں کے درمیان مسلمہ ہے کہ جب بھی کوئی اہم معاملہ یا مسئلہ درپیش ہو تو اس کے مطلوبہ حل کے لئے سب سے پہلے قرآن مجید میں اس کا حل تلاش کیا جائے اگر قرآن مجید میں واضح راہنمائی موجود ہو تو اسی کے مطابق معاملہ کا فیصلہ کر دیا جائے۔پھر دوسرے نمبر پر سنت سے استفادہ کیا جائے اور اگر تشنگی مزید باقی رہے تو اس میں اگر امت کا اجماع اگر کسی دور / زمانے میں ہوا ہو تو اسی کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ورنہ پھر شرعی اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے قیاس سے استفادہ کیا جائے۔

2.1. قرآن مجید میں بلوغت اور نکاح کی عمر کی تحدید

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ کتاب اللہ شرعی احکام میں مسلمہ طور پر ماخذِ اول ہے اسی سے شرعی احکام کے مطالعہ کا آغاز کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں بلوغت اور نکاح کی عمر کی تحدید سے متعلق آیات مبارکہ درجِ ذیل ہیں۔اس سلسلہ میں قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے۔

> ”اے ایمان والو! تمہارے غلاموں اور تمہارے ان آزاد بچوں کو جو ابھی جوانی کی عمر کو نہیں پہنچے، چاہئے کہ (تمہارے پاس آنے کے لئے) تم سے تین اوقات میں اجازت لیں، نمازِ فجر سے پہلے، دوپہر کے وقت جب تم زائد کپڑے اتار دیتے ہو، اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہاری خلوت کے ہیں، اِن اوقات کے بعد تم پر اور اِن (غلاموں اور بچوں) پر کوئی حرج نہیں ہے، وہ خدمت کے لئے تمہارے پاس اور تم خدمت کے لئے ان کے پاس آتے جاتے ہو، اللہ اِسی طرح تمہارے لئے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے۔اور اللہ بہت علم اور عظیم حکمت والا ہے۔“[8]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بلوغت اور عدم بلوغت کے احکام شرعی طور پر مختلف ہیں اسی وجہ سے نابالغ کے لئے صرف تین اوقات میں اجازت کی ضرورت ہے کہ ان اوقات میں لباس اور اٹھنے بیٹھنے کا انداز ذرا بے تکلفی والا ہوتا ہے اور اسکے برعکس بالغ سے پردہ کے پورے شرعی احکام ہر وقت نافذ العمل ہیں۔دوسری آیت میں اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ بلوغت کو پہنچنے پر ان کو ہر وقت اجازت کے ساتھ آنے کے احکام ہیں۔چنانچہ قرآن کے مطابق:

> "اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو ان کو بھی اجازت طلب کر کے آنا چاہیئے۔"[9]

اور عمرِ نکاح کے حوالے سے تو باقاعدہ بچوں پر نظر رکھنے کا فرمایا گیا ہے کہ ان کو آزماتے رہو اور اسی بلوغت اور سمجھ داری کو اموال کی سپردگی کے لئے بنیاد ٹھہرایا گیا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

---

[8] Al-Qur'ān (24: 58).

[9] Al-Qur'ān (24: 59).

" یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں اور اِس کے بعد تم ان میں سمجھ داری کے آثار محسوس کرو تو ان کے اموال ان کے سپرد کر دو۔ اور یہ خطرہ محسوس کرتے ہوئے کہ بڑے ہو جائیں گے، ان کے اموال فضول خرچی اور جلدی سے نہ کھاؤ۔ یتیم کا جو سرپرست مالدار ہو وہ اس یتیم کے مال سے بچے اور جو حاجت مند ہو وہ اس میں سے دستور کے موافق کھائے، پھر جب تم ان اموال کو ان کے سپرد کر دو تو ان پر گواہ بنالو، اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے۔ "[10]

اس آیت مبارکہ میں واضح الفاظ میں ان کو بلوغت کے بعد سمجھدار اور احکام شرع و دنیاوی یعنی اموال کی سپردگی کے لئے اہل ٹھہرایا گیا ہے۔ نیز قانون کی نظر میں جہاں بڑی عمر والی حیض سے مایوس طلاق یافتہ عورتوں کی عدت کا بیان ہے بالکل اسی مقام پر کم سن نابالغہ لڑکیوں کے بھی عدت کا ذکر ہے۔ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ایک تو ان کا نکاح ہو سکتا ہے اور دوسرا یہ بھی کہ ان کو بھی بڑی عمر والی خواتین کی طرح استبراء رحم کی ضرورت ہے کہ حمل کا شک نہ رہے اور حفظِ نسب کا مقصدِ شرعی کسی طور فراموش نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا:

" اور تمہاری عورتوں میں سے جو ماہواری سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور ان کی جنہیں ابھی ماہواری نہیں آئی اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جَن لیں اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی عطا فرما دے گا۔ "[11]

2.1.1. موضوع سے متعلق مذکورہ آیات کی تشریح

موضوع سے متعلق مذکورہ آیات کی تشریح سے مزید استفادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا پہلی آیت میں اطفال کا لفظ ہے یہ جمع ہے طفل کی، اس سے مراد ہے: بچہ، اور یہ مذکر اور مؤنث نیز واحد اور جمع پر بولا جاتا ہے اور اس آیت میں حُلُم کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس کا معنی ہے: بلوغت۔ امام بخاری نے اس آیت کا اسی لیے ذکر خاص طور پر فرمایا ہے کہ اس آیت میں بچوں کے بالغ ہونے پر حکم کو معلق کیا گیا ہے۔ اور مغیرہ[12] نے کہا: مجھے بارہ سال کی عمر میں احتلام ہو گیا تھا۔ نیز مذکورہ بالا آیت نمبر 4 سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی بلوغت حیض سے ہوتی ہے۔ اور امام بخاری نے جب اس آیت کو اپنی صحیح میں ذکر کیا تو اس آیت کہ تحت علامہ بدر الدین عینی فرمایا: کہ "جو حاملہ عورتیں مطلقہ ہوں اور جن کا خاوند فوت ہو گیا ہو، ان کی عدت کی تکمیل وضع حمل پر ہے اور جس جوان لڑکی کو حیض نہ آئے اور اس کو شک ہو کہ آیا وہ حاملہ ہے یا نہیں؟ تو اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہوں گی۔

- پہلی یہ کہ اگر اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو اس کی عدت بھی وضع حمل ہی ہے
- اور دوسری یہ کہ اگر اس کا حمل ظاہر نہ ہو تو پھر اس کی عدت میں اختلاف ہے،

---

[10] Al-Qur'ān (4: 6).

[11] Al-Qur'ān (65: 4).

[12] ان کا پورا نام ہے: مغیرہ بن مقسم الضبی الکوفی، یہ ابراہیم نخعی کے (فیض یافتہ) فقہا میں سے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے اساتذہ میں سے ہیں، یہ 133 ہجری میں فوت ہو گئے تھے۔

1. امام مالک، امام احمد، اسحاق اور ابو عبیدہ کے ہاں اس کی عدت وضع حمل ہے اور ان کے پاس اس کے ثبوت میں حضرت عمر سے روایت ہے۔
2. اور اہل عراق نے کہا ہے کہ اس کی عدت تین حیض ہے، اگر اس کو حیض نہیں آرہا تو وہ اس کا انتظار کرے خواہ بیس سال گزر جائیں حتیٰ کہ وہ بوڑھی ہو کر سن یاس[13] کو پہنچ جائے، پھر سن ایاس کو پہنچ جانے پر اس کی عدت تین ماہ وہاں سے شمار ہو گی۔ امام شافعی کا بھی صحیح قول یہی ہے اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن مسعود اور ان کے اصحاب سے بھی یہی روایت ہے۔[14] چنانچہ کم عمری کے نکاح اور رخصتی کی صورت میں ماں بننے کی وضاحت میں علامہ بدر الدین عینی امام بخاری[15] سے نقل کرتے ہیں کہ حسن بن صالح نے کہا: میری ایک پڑوسن اکیس سال کی عمر میں نانی تھی۔[16] پھر علامہ بدر الدین عینی نے اس بات کی وضاحت میں کہا: کہ اس کی صورت یہ ہے کہ اس کو نو سال کی عمر میں حیض آگیا اور اس کی شادی ہو گئی، دس سال کی عمر میں اس کی بچی ہو گئی اور وہ بھی نو سال کی عمر میں بالغ ہو گی اور ایک سال کے بعد اس کے ہاں بچہ ہو گیا اور کوئی عورت کم سے کم انیس سال میں نانی بن سکتی ہے۔

اور علامہ عینی مزید فرماتے ہیں کہ امام شافعی سے روایت ہے کہ انہوں نے یمن میں انیس سال کی عمر میں ایک عورت کو نانی دیکھا وہ بھی اسی طرح نو سال کی عمر میں بالغ ہوئی اور دس سال کی ہونے پر اس کے ہاں بچی ہو گئی اور وہ بچی بھی پورے نو سال کی عمر میں بالغ ہوئی اور دس سال کی عمر میں وہ بھی ماں بن گئی۔[17] یعنی یہ کوئی ایسی انہونی، قابلِ عار یا قابلِ اعتراض بات نہیں تھی جس کو مسلمان اور سلجھے ہوئے معاشرے میں برا خیال کیا جاتا ہو۔

قرآن مجید یعنی کتاب اللہ کے بعد سب سے اولیں مقام شرعی احکام کا ماخذ ہونے میں سنت کو حاصل ہے یہاں ہم اسی ترتیب اور درجہ بندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔ چونکہ بلوغت کا تعلق صرف نکاح کے معاملات سے ہی نہیں بلکہ دیگر جملہ امور بشمول جنگ میں شرکت، مشرکین کے جنگ قتل کئے جانے کی عمر اور مال غنیمت میں سے حصہ کا مستحق ہونے کے لئے بھی اسی کو شرط قرار دیا گیا ہے چنانچہ اسی حوالے سے امام بخاری کی بیان کردہ روایت نقل کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں متعلقہ احادیث مبارکہ کا ترجمہ پیش کی جاتا ہے۔

2.2. بلوغت کی عمر اور احادیث مبارکہ

امام بخاری روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمرؓ نے حدیث بیان کی، کہ انہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے غزوہء اُحد میں پیش کیا، اس وقت وہ چودہ سال کے تھے تو آپؐ نے مجھے اس غزوہ میں جانے کی اجازت نہیں دی، پھر میں نے خود کو

---

[13] Moulana Waheed Kiranvi, Al Zaman, *Al-Kamūs al-Jadīd Arabic-Urdu* (Lahore: Idara Islamiyat, n.d.), 1:937.

[14] Ahmed Al-Aini, Badr al-Din Abu Muhammad Mahmoud. *Umdat Al-Qari Sharh Al-Bukhari*. 1st ed. (Beirut, Lebonon: Dar Al-Kotob Al-Ilmiyah, 2001), 13:341.

[15] Ibn Ismail al-Bukhārī, Abu Abdullah Muhammad. *Jāmiʻ al-Sahīh al-Bukharī* Bāb *Bulūgh al-Ṣibyān wa Shahādatihim,* Hadith 2664 (Cairo: Dār al-Shuʻab, 1987), 3:177.

[16] نوٹ: اس میں ایک طرف بلوغ کی عمر 9 سال کم سے کم پر دلیل ہے اور ساتھ ہی کم سنی کی شادیوں کے اس زمانے میں رائج ہونے کی بھی دلیل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

[17] Al-Aini, *Umdat Al-Qari,* 13: 341.

خندق کے دن پیش کیا، اس وقت میں پندرہ برس کا ہو چکا تھا تو آپؐ نے مجھے شرکت کی اجازت دے دی، نافع نے کہا: میں عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس گیا اور وہ اس وقت مسند خلافت پر تھے، میں نے ان کے سامنے یہ حدیث بیان کی، تو انہوں نے کہا: یہ چھوٹے اور بڑے کے درمیان حد ہے، اور انہوں نے اپنے عُمّال کی طرف ایک خط لکھا کہ جو شخص پندرہ سال کا ہو گیا ہو، اس کے لیے اہلِ لشکر کا وظیفہ جاری کر دیں۔[18] نیز دیگر محدثین سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے۔ اسی سے ملتے جلتے الفاظ اور مفہوم کی حدیث پاک امام مسلم نے بھی نقل فرمائی۔[19] امام مسلم سے اسی کی ایک اور سند مروی ہے جو کہ کچھ اس طرح کے الفاظ کے ساتھ ہے چنانچہ

نیز امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔ اس میں ہے کہ جب میں چودہ سال کا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے صغیر سمجھا۔[20]

2.3. بلوغت کی تعیین میں فقہاء کی آراء

شریعت میں ضرورت اور مصلحت کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے اور تمام فقہاء کرام نے اس بارے میں اصول مقرر کئے ہیں تاکہ دین متین جو دینِ حق بھی ہے وہ عالمگیر سطح پر لوگوں کے مسائل حل کرنے کا حامل ہو سکے اور اسی بناء پر امت کو ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کا ممکن ہے چونکہ فقہاء دلائل کی بنیاد پر احکام اخذ کرتے ہیں تو ہر مسئلہ میں آراء مختلف ہونا کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ مذکورہ موضوع میں بھی فقہاء کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بلوغت کی عمر کے حوالے سے قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں: کہ جب کسی لڑکے یا لڑکی کی عمر کے پندرہ سال مکمل ہو جائیں تو اس کو بالغ قرار دیا جائے گا، خواہ لڑکے کو ابھی احتلام نہ ہوا ہو اور لڑکی کو حیض نہ آیا ہو، اور یہی فرماتے ہیں کہ اسحاق نے یہ کہا ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں داخل ہوتے ہی اس کو بالغ قرار دیا جائے خواہ بلوغ کی علامات ظاہر نہ ہوئی ہوں، امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں صرف جہاد میں قتال کی اجازت دی جائے گی اور مال غنیمت سے حصہ مقرر کیا جائے گا۔ چنانچہ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں: (ان سب اقوال کا خلاصہ اور ٹیبل ہم آگے ذکر کرتے ہیں)

1۔ جہاد میں شرکت اور مالِ غنیمت سے حصہ لینے کے لیے پندرہ سال کی عمر کا ہونا ضروری ہے۔
2۔ اگر علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو امام مالک کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے احکام کے مکلف ہونے کے لیے سترہ سال کی عمر ہونا ضروری ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک لڑکے کے لیے اٹھارہ سال اور لڑکی کے لیے سترہ سال عمر کا ہونا ضروری ہے۔
3۔ جنگ میں کافر کو قتل کرنے کے جواز کے لیے اس کا اتنی عمر کو پہنچنا کافی ہے کے اس کے زیر ناف بال نکل آئے ہوں۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔

[18] (1)Al-Bukhārī, *Al-Jāmiʿ al-Sahīh al-Bukharī* , Ḥadīth: 2664.
(2) Ibn Al-Hajjaj Ibn Muslim Al-Qushayri Al-Naysaburi, Abu Al-Hussain, Muslim bin Al-Hajjaj. Sahih Muslim. 2nd ed. Hadith1868 (Egypt: Dar Al-Taseel, Al Manteqah Ath Thamenah, n.d.), 3:1490.
[19] *Sahih Muslim*, Hadith 4722.
Abū ʿAbdillāh Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah al-Rabʿī al-Qazwīnī, Sunan Ibn Mājah, Hadith 2061 (Beirut, Lebanon: Dar al-Fikr, n.d.) , 2:79.
[20] *Sahih Muslim,* ,Hadith 2543.

4۔ جس عمر میں اللہ اور بندے دونوں کے حقوق متعلق ہوتے ہیں جیسے حدِ زنا، حدِ سرقہ اور حدِ قذف وغیرہ، امام مالک کا اس میں ایک قول یہ ہے کہ اس کے زیرِ ناف بال واضح طور پر آگئے ہوں کیونکہ اس پر ہم یہ تہمت لگا سکتے ہیں کہ وہ حد ساقط کرنے کے لیے علاماتِ بلوغ چھپا رہا ہے۔ زہری، عطاء اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کو احتلام نہ ہوا ہو اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے اور امام مال کا ایک قول یہ بھی ہے اور بعض فقہاء مالکیہ نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے۔[21]

اور مزید مذہبِ مالکی کی وضاحت میں علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں: کہ مذہب مختار یہ ہے کہ لڑکا احتلام سے بالغ ہوتا ہے یا موئے زیر ناف آجانے سے یا عمر سے۔ اور عمر میں اختلاف ہے، ایک قول میں پندرہ سال ہے، ایک قول میں سترہ سال ہے اور ایک قول میں اٹھارہ سال ہے اور لڑکی میں بھی عمر کے متعلق یہی اقوال ہیں، (باحث کی رائے میں یہاں پر فقہاء کے ہاں اختلاف کو ذکر کرنا تھا نہ کہ امام مالک کے تین اقوال کا بیان کرنا مقصود، شاید یہاں پر قائل سے یا کاتب سے لکھنے میں چوک ہوئی ہے۔ جیسا کہ ہم اپنے خلاصہ اور آنے والے اقوال کے نقشہ میں ذکر کریں گے) باقی لڑکی حیض یا حاملہ ہونے سے بالغ ہوتی ہے۔[22]

صاحب "کتاب الھدایۃ" علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: کہ لڑکا احتلام سے یا کسی لڑکی کو حاملہ کر دینے سے یا وطی کے بعد انزال سے بالغ ہوتا ہے اور اگر ان علامات میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو اٹھارہ سال مکمل ہونے کے بعد بالغ ہوتا ہے۔ اور لڑکی حیض، احتلام اور حاملہ ہونے سے بالغ ہوتی ہے اور ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو پھر وہ سترہ سال مکمل ہونے کے بعد بالغ ہو گی، یہ امام ابو حنیفہ کا نظریہ ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جب لڑکے اور لڑکی کے پندرہ سال مکمل ہو جائیں تو وہ بالغ ہو جاتے ہیں، امام ابو حنیفہ سے اس قول کی ایک روایت ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ لڑکا انیس سال کی عمر میں بالغ ہوتا ہے اس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ وہ اٹھارہ سال مکمل کرنے کے بعد انیسویں سال میں شروع ہو گی، پھر امام شافعی کا امام ابو حنیفہ سے کوئی اختلاف نہیں رہتا، لڑکے کے لیے بالغ ہونے کی کم از کم مدت بارہ سال فرض کی گئی ہے اور لڑکی کے بالغ ہونے کی کم از کم حد نو سال فرض کی گئی ہے۔، امام ابو حنیفہ جو لڑکے کے بلوغ کے لیے اٹھارہ سال کی عمر کے قائل ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّه[23] اور شدت اور پختگی اٹھارہ سال کی عمر میں آتی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی تفسیر مروی ہے، اور لڑکیوں کی نشو نما لڑکوں کہ بہ نسبت زیادہ سرعت سے ہوتی ہے، اس لیے ہم نے ان کے حق میں ایک سال کم کر دیا۔[24] اور فی زمانہ بھی یہی بات مشہور و معروف ہے کہ لڑکیاں جنسِ مخالف کی بنسبت جلد بالغ ہو جاتی ہیں۔ نیز اس حوالے سے شافعی آراء کے مستند ترجمان و معروف شارحِ مسلم شافعی مذہب کی اس حوالے سے آراء میں علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

[21] Ibn Moosa ibn Ayyadh ibn umroon al-Yahsabee, Abu Al-Fazl Ayyadh, Ikmal Al_Muelim Bi Fawaide Muslim (Egypt: Dar ul wafa lil-Taba,at e wal nashr I wal-Touzei, n.d.). 6: 28.

[22] Ibn Khalfat ibn Umar al-Toonusi Al-washtani al-Abbi Al-Maliki, Abu Abdullah Muhammad. Ikmalu Ikmal Al-Muelim, Fi Sharhi Muslim (Beirut, Lebanon: Dar ul kutub al-Ilmiah, n.d.) 5:215.

[23] Al-Qur'ān (6: 152).

[24] Abu al-Hasan Burhan al-Din Al-Farghani Al-Marghinani. Al-Hidayah Fi Sharh Bidayat al-Mubtadi,Baab Al-Hajr Lil-Fasaad, Fasl Fi Had al-Buloogh. (Beirut - Lebanon: Dar ihya al-Turath al-Arabi, n.d.), 3:215.

"اس باب کی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پندرہ سال کی عمر بالغ ہونے کی حد ہے اور یہی امام شافعی، امام اوزاعی، ابن وہب اور امام احمد کا مسلک ہے اور دوسرے فقہا نے یہ کہا ہے کہ پندرہ سال کی عمر پوری ہو جانے کے بعد انسان بالغ ہو جاتا ہے، خواہ اس کو احتلام نہ ہوا ہو اس پر عبادات وغیرہ کے احکام جاری ہو جائیں گے اور وہ مالِ غنیمت میں سے حصہ کا مستحق ہو گا، اور اگر اہلِ حرب کے ساتھ میدانِ جنگ میں ہو تو قتل کر دیا جائے گا۔"[25]

نیز لڑکا اور لڑکی کی یقیناً سب بلوغ کی نشانیاں تو یکساں نہیں ہو سکتی ہیں لیکن چند میں اشتراک پایا جاتا ہے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: لڑکے اور لڑکی کا بالغ ہونا تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کے ثبوت سے متحقق ہوتا ہے۔

3.3.1. لڑکے اور لڑکی دونوں میں مشترک علامات

اور بلوغ کی دو علامتیں لڑکی کے ساتھ مخصوص ہیں، نیز جو تین علامتیں لڑکے اور لڑکی میں مشترک ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

انزال: (یعنی تیزی اور دھار سے وہ پانی نکلنا جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے) وہ وہ منی نیند میں نکلے یا بیداری میں، جماع سے نکلے یا احتلام سے یا اور کسی طریقہ سے بھی نکلے تو اس سے بھی بلوغت متحقق ہو جائے گی اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور پیچھے ہم ایک آیت کو زمرہ ء آیات کی ایک آیت میں ذکر کر کے آئے ہیں جس میں فرمایا گیا تھا:

> "ترجمہ: اور جب تم میں سے لڑکے احتلام (بلوغت) کو پہنچ جائیں تو انھیں چاہیے کہ وہ (بھی) اسی طرح اجازت طلب کریں جس طرح ان سے پہلے (بالغ ہونے والے) مردوں نے اجازت طلب کی۔"[26]

اور مکلف ہونے کے اعتبار سے مزید وضاحت ہمیں اس حدیث پاک سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ قلم تین شخصوں سے اٹھالیا گیا ہے: بچہ سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے، سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، اور دیوانہ سے یہاں تک کہ وہ اچھا ہو جائے۔[27] نیز اور ایک مقام پر اسی کتاب میں حدیث ہے کہ، ہر وہ شخص جس کو احتلام ہوتا ہو (یعنی بالغ ہو) اس سے ایک دینار لو۔[28]

نیز فرماتے ہیں کہ علامہ ابن منذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرائض اور احکام اس شخص پر واجب ہوتے ہیں، جو عاقل اور محتلم ہو، اور عورت پر احکام اس وقت واجب ہوتے ہیں جب اس کو حیض آجائے۔

انبات: اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کے ذکر پر یا عورت کی فرج پر سخت بال اُگ جائیں جن کو اُسترے سے صاف کیا جاتا ہے، امام مالک نے بھی لڑکے اور لڑکی کی بلوغت میں اس علامت کا اعتبار کیا ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکین کے بلوغ کی علامت ہے اور کیا مسلمانوں کی بلوغ کی بھی یہ علامت ہے؟ اس اس میں دو قول ہیں، پہلا امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ

---

[25] Ibn Sharaf al-Nawawī, Abū Zakariyyā Yaḥyā. *Minhaj bi Sharh Sahih-Muslim al-Nawawi, kitab al-Imarah, baab Bayan sin al-buloogh*. 2nd ed. (Beirut - Lebanon: Dar ihya al-Turath al-Arabi, 1972), 13: 12.

[26] Al-Qur'ān (24: 59).

[27] Ibn Ash'ath bin Ishaq bin Bashir bin Shaddad bin Amr Azdi Sijistani, Imam Abu Dawood Sulaiman. *Sunan Abi Dawood*, Hadith 4403 (Beirut - Lebanon: Dar al-Kitab al Arabi, n.d.), 4:243.

[28] Ibn Ash'ath bin Ishaq bin Bashir bin Shaddad bin Amr Azdi Sijistani, Imam Abu Dawood Sulaiman. *Sunan Abi Dawood*. Hadith 1576 (Beirut - Lebanon: Dar al-Kitab al Arabi, n.d.), 2:101.

موئے زیرِ ناف کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ بدن کے اور بالوں کی طرح بال ہیں اور حنابلہ کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کا حکم بنایا تو انھوں نے کہا کہ ان کے جنگجو افراد کو قتل کیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور یہ حکم کہ ان کے تہبند گھر لے جائیں، سو جس کے بال اگ آئے تھے اس کو جنگجو افراد میں شامل کیا گیا اور جن کے بال نہیں اُگے تھے ان کو بچوں میں شامل کیا، اور عطیہ قرظی کہتے ہیں کہ یوم قریظہ کو مجھے نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، لوگوں کو میری بلوغت کے متعلق شک تھا تو اس بناء پر نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کے اس کے بال اُگے ہیں یا نہیں، لوگوں نے دیکھا تو میرے بال نہیں اگے تھے سو مجھے بچوں میں شامل کر دیا گیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو یہ لکھا کہ صرف اس شخص سے جزیہ لو جو استر ا استعمال کر تا ہو، نیز اس لیے کہ ان بالوں کا اگنا بلوغت کو لازم ہے، اور یہ علامت مذکر اور مؤنث دونوں کو لازم ہے سو یہ بھی احتلام کی طرح بلوغت کی علامت ہے، اور اس لیے کہ ایک چیز خارجِ متصل ہے اور ایک چیز خارج منفصل ہے موجب خارج منفصل بلوغت کی علامت ہے تو خارج منفصل کو بھی بلوغت کی علامت ہونا چاہیے، نیز جو چیز مشرکین کے حق میں بلوغت کی علامت ہے وہ مسلمانوں کے حق میں بھی بلوغت کی علامت ہونی چاہیے۔

عمر: اور لڑکا اور لڑکی دونوں جب پندرہ سال کے ہو جائیں تو وہ بالغ ہو جاتے ہیں، امام اوزاعی، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی قول ہے اور داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ بلوغت میں عمر کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا، بچے سے حتی کہ اسے احتلام ہو جائے، الحدیث۔ اس لیے بغیر احتلام کے بلوغت کا اعتبار کرنا حدیث کے خلاف ہے، یہ امام مالک کا قول ہے، اور فقہاء مالکیہ نے سترہ یا اٹھارہ سال کا اعتبار کیا ہے۔ لڑکے کے متعلق امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ایک سترہ سال کی ہے اور دوسری اٹھارہ سال کی ہے۔ اور لڑکی کے لیے ہر حال میں سترہ سال کا اعتبار کیا ہے، کیونکہ حد بغیر توقیف اور اتفاق کے ثابت نہیں ہوتی اور اس مسئلہ میں نہ کوئی نص وارد ہے اور نہ اتفاق ہے۔

علامہ ابن قدامہ مزید فرماتے ہیں: حنابلہ کی دلیل مذکورہ بالا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی بیان کردہ متفق علیہ حدیث پاک ہے۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث ذکر کرتے ہیں کہ جب بچے کی عمر کے پندرہ سال پورے ہو جائیں تو اس پر احکام فرض ہو جاتے ہیں اور اس پر حدود نافذ ہو جاتی ہیں، نیز جس طرح انزال کی وجہ سے بلوغت میں مذکر اور مؤنث برابر ہیں اس طرح عمر کے لحاظ سے بلوغت میں بھی دونوں کو مساوی ہونا چاہیے، حنابلہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان سے اصحاب ابو حنیفہ کے دلائل کا جواب واضح ہو جاتا ہے اور حدیث سے داؤد ظاہری نے استدلال کر کے بلوغت میں عمر کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے، اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں دوسری علامت کی نفی نہیں ہے، اسی وجہ سے موئے زیرِ ناف کا بلوغت میں اعتبار کیا گیا ہے حالانکہ حدیث میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ رہا حیض تو یہ بلوغت کی ایسی علامت ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ دوپٹہ کے بغیر حائضہ (بالغہ) کی نماز قبول نہیں کرتا، اور حمل بھی بلوغت کی علامت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہی ہے کہ وہ مرد اور عورت کے پانی کے بغیر بچہ پیدا نہیں کرتا، اس سلسلے میں آیت مبارکہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو، "پھر انسان ذرا یہ دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو پیٹھ اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔"[29] اور مزید یہ کہ احادیث میں نبی ﷺ نے یہ بیان کیا ہے کہ جب لڑکی حاملہ ہو جائے تو وقت حمل سے اس کی بلوغت کا حکم لگایا جائے گا۔

[29] Al-Qur'ān (86: 5-7).

اگر ہم مذکورہ تمام اقوال کا خلاصہ پیش کریں تو مندرجہ ذیل معلومات سامنے آتی ہیں۔ کہ بلوغت کو درجِ ذیل امور کے لئے پیشِ نظر رکھا جاتا ہے:

جہاد اور مالِ غنیمت میں حصہ لینے کے لئے

حدّ قذف، حدِّ زنا اور حدِّ سرقہ وغیرہ کے حوالے سے

کافر / مشرک کو جنگ میں قتل کرنے کے جواز کے حوالے سے (کیونکہ اسلام میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے حوالے سے جنگ میں قتل کی ممانعت ہے)

خیارِ بلوغ کے استعمال کے لئے

مالی لین دین کے لئے

عدالتی کاروائی کے لئے یعنی مقدمہ وغیرہ درج کرانا

عبادات کا مکلف ہونے کے لئے

ان سب امور اور مذکورہ بالا ائمہ کرام کی تفصیلی اقوال کی فہرست کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نقشہ کی صورت ملاحظہ ہو۔

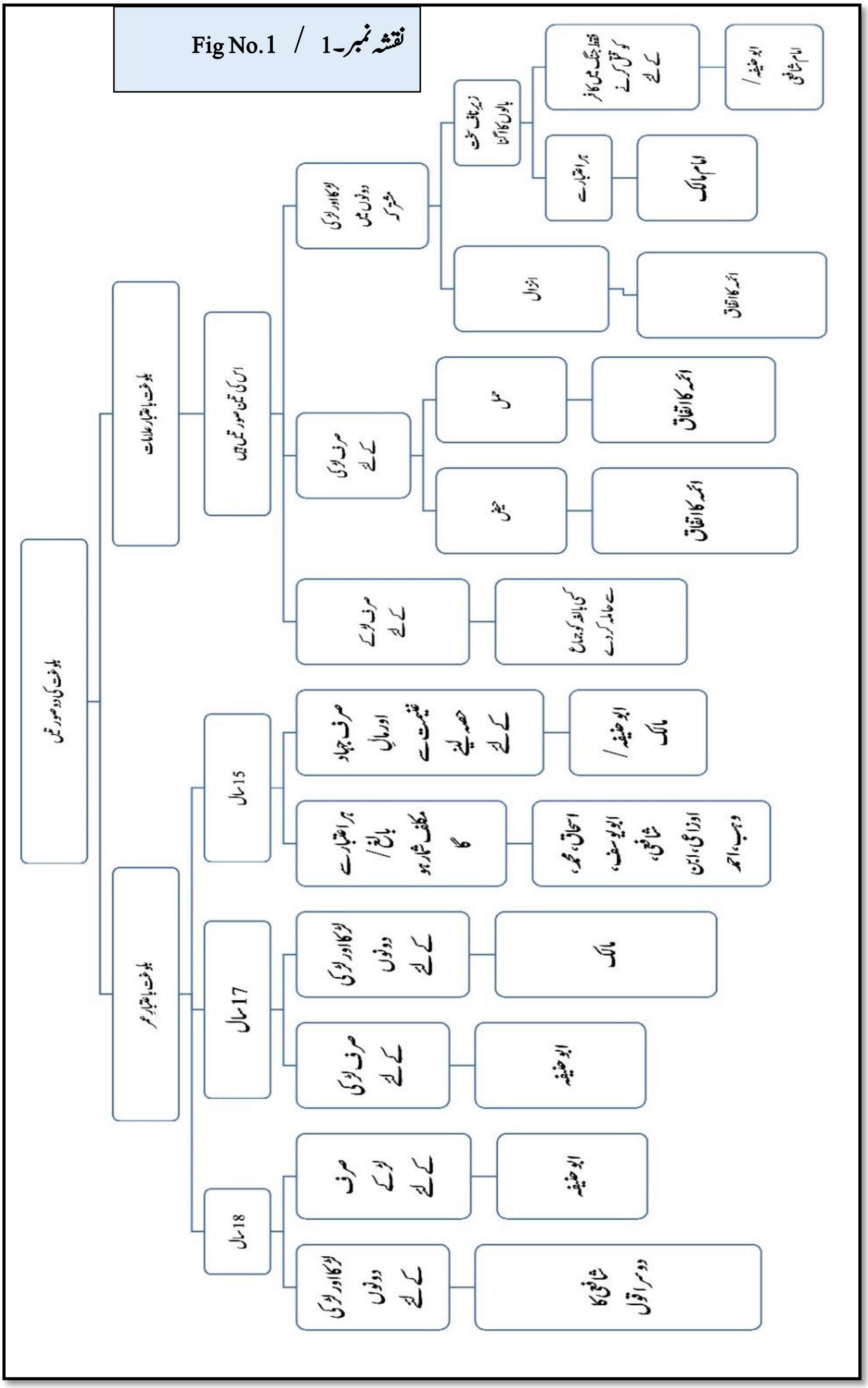

نقشہ نمبر-1 / Fig No.1

3. رائج قانون میں نکاح کی عمر

قانون کی روشنی میں پہلی بات تو یہ کہ عائلی قوانین کا اطلاق ہر فرد پر اس کے مذہب کے مطابق ہو گا[30] قانون میں بلوغت کی عمر 18 سال متعین کی گئی ہے۔[31] نیز بلوغت پر کوئی بھی فرد شادی کر سکتا ہے اس کو قانون میں اجازت دی گئی ہے اگرچہ اس کی عمر 18 سال سے کم ہی کیوں نہ ہو۔[32] اور قانون میں لڑکی اور لڑکے کے لئے الگ الگ عمر متعین کی گئی ہے جو کہ لڑکی کے لئے 16 سال اور لڑکے کے لئے 18 سال ہے۔[33] بہت سے اسلامی ممالک بھی بلوغت کی قانونی عمر اور شادی کی عمر میں فرق کرتے ہیں جس میں نمایاں عدد شادی کے لئے 15 سے 20 سال کے درمیان ہوتی ہے۔ اور حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قانون ایک مخصوص عمر پر پہنچ جانے پر یہ بات تسلیم کر لیتا ہے کہ بلوغت ہو چکی ہے جس کو Presumption Of Puberty کا نام دیا جاتا ہے۔[34] لڑکے اور لڑکی کے لئے الگ الگ عمر کا تعین کوئی انہونی بات نہیں بلکہ یہ بات فطری اور عقلی طور پر مسلمہ ہے کہ از خود اپنے اختیار سے شادی کرنے کا حق لڑکا اور لڑکی دونوں کے لئے صرف بلوغت کے ساتھ مشروط ہے اور اسلامی نقطہ ء نظر سے کسی کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم رکھنا ظلم شمار ہوتا ہے جو کہ انصاف کے تقاضوں کے منافی سمجھا جائے گا۔ اور اگر اس لڑکی کا بلوغ اور شادی کی ضرورت پہلے متحقق ہو چکی ہو تو قانون بھی اس بارے میں اسلامی تعلیمات کا ساتھ دیتا نظر آتا ہے۔[35]

اگرچہ رائج قانون میں شرعی قوانین کی بالادستی ہے لیکن عالمی دباؤ بھی اس سلسلے میں بہت زیادہ رہتا ہے جس کے نتیجے میں حکومت پر کچھ معاملات میں شرعی تقاضوں کو پورا کرنے میں چوک ہو سکتی ہے لیکن اکثر حفاظت ہی رہتی ہے کیوں کہ اسلامی نظریات اور قوانین ساز ادارے اپنا کام کر رہے ہوتے ہیں جس میں کسی بڑی فاش غلطی سے بچنے میں معاونت رہتی ہے۔ مثلاً پاکستان کی طرف سے اقوامِ متحدہ کا رکن ہونے کے ناطے ایک معاہدے کی توثیق کی گئی ہے[36] جس کا عنوان Convention on the elimination of all forms of discrimination against women ہے۔ اور اس بنا پر پاکستان پر دباؤ ہے کہ وہ قانون میں شادی کی کم سے کم عمر کو بڑھا کر زیادہ کرے۔ کچھ سال قبل سندھ اسمبلی میں ایک قانون کی منظوری کے ذریعے شادی کی کم سے کم عمر کو 18 سال کر دیا گیا۔ 2017 میں ایک بل قائمہ کمیٹی میں پیش کی گیا اور سینٹ میں منظور ٹھہرا دیا گیا۔ اور اس بل کا بنیادی مقصد مرد و عورت کی شادی کی عمر یکساں طور 18 سال کرنا تھا۔[37]

---

[30] The Majority Act, Section 2

[31] The Majority Act, Section 3

[32] The Majority Act, Age of Majority

[33] The Muslim Family Ordinance 1961, Age of Marriage

[34] Sabreen, "Child Marriage and the Right of Option of Puberty…,": 121-140

[35] Kamran Hashemi, "Religious legal traditions, Muslim states and the Convention on the Rights of the Child: An essay on the relevant UN documentation," *International Law and Islamic Law* 29, no. 1 (2017): 535-568.

[36] Sabreen, "Child Marriage and the Right of Option of Puberty", 121-140.

[37] Sabreen, "Child Marriage and the Right of Option of Puberty", 121-140.

لیکن رائج قانون میں بھی مختلف امور میں عمرِ بلوغ کو زیرِ بحث لاتا ہے اور عائلی قوانین کے حوالے سے بھی عمر کی بحث اور عدالتی فیصلوں کی نظائر موجود ہیں اور اسی سلسلے میں یہاں ہم قانون کی دفعہ 270 بعنوان: نابالغوں کا نکاح(Marriage of minors) بھی ہے جس میں مندرجہ ذیل امور ذکر کئے گئے ہیں: پہلے ہم اس دفعہ کو محمدن لاء سے ذکر کرتے ہیں۔

3.1. دفعہ 270۔ نابالغوں کا نکاح (Marriage of Minors)

1۔ کوئی نابالغ لڑکا یا لڑکی، جو سِن بلوغ کو نہ پہنچے ہوں (اس حصہ میں نابالغ موسوم ہوں گے) اور خود اپنا نکاح کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ البتہ ان کے ولی ان کا نکاح کر سکتے ہیں (دیکھیں مسلم فیملی لاء آرڈیننس 1965ء Appendix)

اس میں یہ بات شریعت کے عین مطابق ہے کہ نابالغ خود اپنا نکاح نہیں کر سکتا لیکن یہاں سن بلوغ کا جو ذکر ہے اس سے قانون کی نظر میں کیا مراد ہے ہم اس کو آگے تقابل والے حصہ میں ذکر کریں گے۔

2۔ کسی نابالغ کے نکاح کے لئے بھی دو بالغ گواہان کی ضرورت ہے، مطلوبہ تعداد میں گواہان کی عدم موجودگی میں نکاح کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا جو شخص شوہر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اسے اعادہ حقوقِ زوجیت کی نالش (چیخ وپکار) کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(1990 ILJ 70 Comp. 39)

یہ نابالغ کا نکاح جب ولی کرائے گا تو اس بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس صورت میں بھی گواہ ہونا لازم ہے ورنہ نکاح فاسد ہی شمار ہو گا۔ اور اس قانون اور شریعت دونوں میں ہی مرد وعورت کے درمیان متارکہ عمل میں لایا جائے گا یعنی ان کے درمیان جدائی کرادی جائے گی۔ اور اس مذکورہ شوہر جس نے گواہوں کی غیر موجودگی میں ولی کے ساتھ مل کر ایک نابالغہ سے نکاح کیا تھا اور اب حقوقِ زوجیت کی ادائیگی کو اپنا حق سمجھ کر چیخ وپکار کر رہا تھا اس کو بتایا گیا ہے کہ یہ آپ کا حق ہے ہی نہیں جس کو آپ اپنا حق تصور کر رہے ہیں۔

3۔ مسلمان مرد اور عورت سِنِ بلوغ کو پہنچنے پر یعنی کہ پندرہ سال کی عمر مکمل ہونے پر بالغ ہو جاتے ہیں اور قانونِ بلوغت بابت 1875ء(Majority Act, 1875) بلوغت حاصل کرنے کے بارے میں اسلامی قانون پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

(1973 PCrLJ 1012; See more Muslim Family Laws Ordinance 1961 (Appendix)

اس شق میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں

اول: مسلمان مرد وعورت پندرہ سال کی عمر کو پہنچنے پر بالغ ہو جاتے ہیں (لیکن اس میں اس بات کی وضاحت نہیں ہے کہ شریعت میں تو یہ صرف اس صورت میں ہے جب کہ پہلے سے علاماتِ بلوغ مرد وعورت میں ظاہر نہ ہوں۔ جب کہ علاماتِ بلوغ ظاہر ہو چکی ہوں تو لازماً ان کو اسی وقت سے بالغ شمار کیا جائے گا۔

دوم: جو دوسرا جزو، اول میں ہم نے بریکٹ میں ذکر کیا ہے اس کی طرف اشارہ ہے کہ جو شرعاً علامات سے بلوغ متحقق ہو چکا رائج قانون اس پر بالکل کسی بھی اعتبار سے اثر انداز نہیں ہو گا۔

4۔ قانونِ امتناعِ ازدواج اطفال بابت (Child Marriage Restraint Act, 1929) سولہ سال سے کم عمر کی لڑکی کے ساتھ نکاح کو قابل سزا قرار دیتا ہے لیکن نکاح کو ناجائز قرار نہیں دیتا۔ اس قانون میں مستورات کے لیے کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی۔

(Pakistan Legal Decisions 1975 Lahore, 234)

اس میں پہلی بات تو یہ ذکر ہوئی ہے کہ محولہ بالا ایکٹ جو بچوں کی شادی سے متعلق بنایا گیا ہے اس میں لڑکی اگر سولہ سال سے کم ہو گی تو یہ شادی قانوناً جرم شمار ہو گی اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ نکاح چونکہ شریعت کی نظر میں جائز ہے اس لئے اس نکاح کا انعقاد قبول ضرور کرتا

ہے۔ نیز اس میں دلہن کو تو سزا نہیں ہے لیکن دولہا کو بلوغ کی صورت میں اور لڑکی کے ولی کو بہر صورت یہ نکاح کرانے پر ضرور مستحق سزا سمجھتا ہے

5۔پندرہ سال کی عمر کو پہنچنے پر نکاح کا حق رکھنے والی مسلمان لڑکی کو اپنی پسند کا حق ہے

(Pakistan Legal Decisions 1978 Kar 374; and see Pakistan Legal Decisions 1977 Lah, 432)۔

پندرہ سال کی عمر کو پہنچنے پر نکاح لڑکی اپنے نکاح کا حق بھی مسلمان ہونے کی حیثیت سے رکھتی ہے اور مزید یہ کہ ولی اپنی پسند اس پر مسلط نہیں کر سکتا اور یہ لڑکی اس حوالے سے اپنی پسند کی شادی کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

6۔رجسٹر پیدائش میں اندراج تعلیمی ادارے کے ریکارڈ میں اندراج کے مقابلے میں زیادہ وزن رکھتا ہے۔(1988 CLC 113)۔

اس کیس کی نوعیت یہ تھی کہ لڑکی کی عمر میں اختلاف پایا جاتا تھا رجسٹر پیدائش میں کچھ اور تھی اور تعلیمی ادارے میں اندراج کچھ اور کرایا گیا۔ عموماً ہوتا تو یہ ہے کہ میٹرک کی سند وغیرہ سے عمر کو حتمی رائے سمجھا جاتا ہے لیکن یہاں اس کی توضیح و اصلاح کر دی گئی کہ عدالت کی نظر میں تاریخ پیدائش کا اندراج جو یونین کونسل یا کینٹ بورڈ میں کیا جاتا ہے وہ ہی راجح شمار ہوتا ہے۔

7۔اس تجویز واقعاتی کے فیصلہ کے بارے میں(Finding of fact) کہ لڑکی اپنے نکاح کے انعقاد کے وقت نابالغ تھی عدالت عالیہ کو بصیغہ نگرانی فوجداری سماعت(criminal revisional jurisdiction)دخل دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ (NLR 1982 Criminal 645; 1983 PCrLJ 55).

ایک مقدمہ آیا جس میں ایک لڑکی نے اپنا نکاح خود کیا اور اس میں کسی ولی کا دخل نہیں تھا اور نہ ہی عدالت بطورِ ولی شامل تھی تو اس کیس میں عدالت کا بطور عائلی عدالت اس کیس کو لینے کا اختیار نہ تھا تو اس میں فیصلہ کی بجائے عدالت نے اس کیس کو فوجداری سماعت کے لئے متعلقہ عدالت میں بھجوا دیا۔(اس سے ایک اور بات بھی معلوم ہوئی کہ عدالت اپنے اختیارات سے تجاوز نہیں کرتی اور ہر عدالت نوعیت کے مطابق فیصلہ کے لئے متعلقہ عدالت کی طرف کیس کو منتقل کر دیتی ہے، اس بات کی وضاحت میں ایک بات اور بھی کہ ہر اوپر والی عدالت کا فیصلہ نیچے والی عدالت کے لئے ایک لازمی قانون کی حیثیت رکھتا ہے جس سے ماتحت عدالت کا سرِ مو انحراف روا نہیں)۔

اگر بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو متعلقہ موضوع سے مطابقت رکھنے والی عدالتی نظائر چند طرح کی ہیں جن کو ہم الگ الگ بالتفصیل ذکر کریں گے:

3.2. عدالتی نظائر

اول:16 سال سے متعلق، جس میں لڑکی کی عمر 16 سے کم ہونے پر نکاح منعقد لیکن منعقدین کو سزا کا مستحق ٹھہرایا جاتا ہے۔[38] اس میں شرعی عمر کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔ دو اہم باتیں ہیں ایک تو عمرِ نکاح کی تعیین 16 سال لڑکی کے لئے اور جس قانون کو بنیاد بنایا گیا ہے اس میں لڑکے کے لئے کم سے کم عمر کا تعین 18 سال ہے[39] اس مسئلہ کی مزید وضاحت اور قانون کی نوعیت کی بابت آنے والی اقسام میں اندازہ ہو جائے گا۔

[38] Pakistan Legal Decisions,1962, Karachi,441. & Pakistan Legal Decisions,1975, Lahore,234. & Civil Law Cases,1988, Lahore,313.

[39] The Child Marriage Restraint Act 1929.

اور دوسری قسم ذرا وضاحت طلب ہے جس میں ہمارے پاس کافی ساری امثلہ ہیں اور اس کا تعلق عمرِ بلوغت کے 15 سال عدالتی کی طرف سے مقرر کیا جانے سے ہے،[40] نیز ایک اور جگہ تو مزید اسی بات کا شد و مد سے اظہار ملا کہ لڑکی کا اپنی مرضی سے شادی کرنا اور اس کو شوہر کے ساتھ رخصت ہونے کی اجازت دینا ہے اور اگر وہ لڑکا خود 18 سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے تو اس کو ایک کم عمر لڑکی سے نکاح پر سزا دینے کا فیصلہ سنایا گیا۔ اس فیصلہ میں دو باتیں شرعی احکام سے مختلف ہیں پہلی لڑکی کا قابلِ صحبت ہونے یا نہ ہونے کی جانچ کے بغیر لڑکی کو رخصت کرنا اور دوسرا اسی میں لڑکے کو سزا بھی دیا جانا۔[41] نیز اسی میں ایک جگہ 15 سال پر بلوغت لیکن خیارِ بلوغ کے استعمال کی عمر 16 سال مذکور ہے جو شریعت کی بیان کردہ سے مختلف ہے حالانکہ شریعت میں بلوغتِ شرعی کے ساتھ ہی فوراً خیارِ بلوغ کا حق استعمال نہ ہوا تو یہ حق ضائع ہو جاتا ہے لیکن قانون میں 16 سے 18 سال اور کئی بار اس سے بھی اوپر تک اس کی اجازت دی جاتی ہے۔[42]

اور تیسری قسم میں ہم ان نظائر کو شامل کریں گے جن میں بلوغت کی شرعی بلحاظِ علامات کو ملحوظ رکھا گیا ہے اس میں پہلا یہ کہ بلوغت کی علامات کا اعتبار جبکہ 15 سال کی عم سے پہلے ظاہر ہوں تب بھی بالغ ہی تصور کیا جائے گا۔ اور یہ شق شریعت کے عین مطابق ہے[43] کہ ہر لڑکی کے لئے اس کے اپنے مذہب کے عائلی قانون کے مطابق آزادی اور اختیار حاصل ہو گا اور یہ برابر ہے کہ چاہے نکاح کے معاملات ہوں یا طلاق کے معاملات۔

اور اگر قانونِ بلوغت کے تحت ابھی بلوغت نہیں ہوئی لیکن مذہبی عائلی قوانین کی روشنی میں بلوغت ہو چکی ہے تو اس لڑکی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ نکاح و طلاق، خلع اور مہر وغیرہ کے مقدمات تک درج کرا سکتی ہے[44] نیز اگر قوانین مذہب کے مطابق بلوغ حاصل ہو جانے پر اگر یہ لڑکا یا لڑکی نکاح بھی کر لیں تو یہ درست ہے۔[45] نیز یہ بھی کہا گیا کہ بچپن کی شادیوں میں عموماً اسلامی قوانین کی پیروی کی جاتی ہے، اور علاماتِ بلوغت کے ظہور پر اس کا اپنا نکاح کرنا بالکل درست ہے اور ولی یا کسی اور کو اس پر اختیار نہیں۔[46]

اور چوتھی قسم ہم سب سے پہلے جس کو ذکر کریں گے وہ یہ ہے کہ قانون کی حیثیت شریعت کے سامنے متعین کرنا ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ملکی قوانین، مسلم عائلی قوانین کے لئے صرف توضیح ہو سکتے ہیں ان سے شریعت کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔[47] نیز 18 سال تک خیارِ بلوغ کے استعمال کا حق دیا گیا ہے جو کہ شرعی اصولوں سے مختلف ہے۔ کیونکہ شریعت نے اس کو بلوغت کے فوراً بعد استعمال کا کہا ہے تاہم شریعت اور قانون کی خیارِ بلوغ کو استعمال کرنے کے حوالے سے شرائط میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ اہم ترین تو یہی

---

40 Pakistan Legal Decisions, 1977, Lahore, 432.

41 Pakistan Criminal Law Journal, 1975, Karachi, 1049. & Pakistan Legal Decisions, 1962, Karachi, 442. & Yearly Law Reporter, 2006 Lahore, 2936.

42 Civil Law Cases, 1988, Lahore, 113.

43 Pakistan Legal Decisions, 1975, Lahore,234. & Civil Law Cases, 1996, Karachi, 1. & Civil Law Cases, 1988, Lahore, 313.

44 Pakistan Legal Decisions, 1975, Lahore,234. & Civil Law Cases, 1996, Karachi, 1. & Civil Law Cases, 1988, Lahore, 313.

45 Pakistan Legal Decisions,1970. & Pakistan Criminal Law Journal, 5. & Supreme Courte 1035.

46 Pakistan Legal Decisions, 1970.

47 Monthly Law Digest, 2000 Lahore, 1886.

ہے جو پہلے ذکر کی اور دوسری بڑی اہم یہ کہ خیارِ بلوغ شریعت میں تو قاضی کے سامنے ہے اور قانون کی نظائر میں خود سے بھی اختیار استعمال کیا جاسکتا ہے نیز ایسا بھی ہوا کہ عدالت میں معاملہ آیا خیارِ بلوغ کا اور وہ دعویٰ ثابت نہ ہو سکا تو عدالت خلع کے کیس میں تبدیل کر دیا اور اس کے بر عکس بھی نظائر موجود ہیں جن میں دعویٰ خلع کا تھا اور اس کو خیارِ بلوغ کے اندر فیصلہ کر دیا گیا۔[48] اور ایک میں تو یہ بھی ہوا کہ اس خاتون نے عدالت میں خیارِ بلوغ کے استعمال کے بغیر ہی پہلا نکاح ختم کئے بغیر دوسری شادی کر لی اور اس سے بچے بھی ہو گئے تھے اور عدالت کے پاس جب پہلے دولہا کی طرف سے دعویٰ دائر کیا گیا تو عدالت نے خیارِ بلوغ کے ذریعے نکاح کو ختم کر دیا۔ یقیناً یہ آخری شق میں بیان کردہ امور ایسے ہیں جن میں شریعت سے مختلف عدالتی فیصلہ جات دیکھے جاسکتے ہیں۔ اب ہم ان کی الگ سے فہرست مرتب کرتے ہیں کہ کن امور میں تصالح اور کن امور میں بظاہر اختلاف موجود ہے۔

4. تقابلی جائزہ

- قانون میں بلوغت کی عمر اگرچہ 16 اور اٹھارہ سال نکاح کے لئے رکھی گئی ہے تاہم 15 یا اس سے کم میں بھی مذہبی عائلی قوانین میں بلوغ کو بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔
- شریعت کے اصولوں کے مطابق ہی لڑکی لڑکا نابالغ ہونے کی صورت میں اپنا نکاح کرنے کے حقدار نہیں ہیں۔
- عدمِ بلوغت پر ولی کو شریعت کے اصولوں کے مطابق ہی نابالغ کے نکاح کا اختیار ملتا ہے۔ اور اس صورت میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔
- شرعی اصولوں کے مطابق ہی لڑکا اور لڑکی کو بلوغت پر نابالغی کا نکاح، خیارِ بلوغ کے استعمال کے ساتھ فسخ کرنے کا اختیار ملتا ہے۔
- بلوغتِ شرعی پر قانون میں بھی لڑکا اور لڑکی دونوں نکاح، مہر، طلاق، خلع کا مقدمہ عدالت میں درج کرانے کے اہل ہوتے ہیں۔

شریعت اور قانون میں لاکھ کوشش کے باوجود بھی کچھ معاملات میں اختلاف موجود ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ بشری تقاضے ہیں جن کی بناء پر کبھی کبھار کمی واقع ہونا فطری امر ہے۔

- قانون سولہ سال سے کم عمر کی لڑکی کے ساتھ نکاح کو قابل سزا قرار دیتا ہے۔ لیکن نکاح کو ناجائز قرار نہیں دیتا۔ اور اس قانون میں مستورات کے لیے کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی۔[49]
- ایک اور جگہ خیار بلوغ کو استعمال کرنے کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے استعمال کرنا چاہئے۔ حالانکہ شریعت نے اس حوالے سے باقاعدہ راہنمائی فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دار الاسلام میں لڑکی شرعاًبالغ ہونے کے بعد خاموش رہی تو یہ نکاح سے رضامندی سمجھی جائے گی [50] یعنی رائج قانون کی طرح لمبا چوڑا وقت نہیں دیا جائے گا۔

---

[48] Pakistan Legal Decisions, 1969, Lahore, 108.

[49] Pakistan Legal Decisions, 1975 Lahore, 234.

[50] Al-Marghinani, *Al-Hidayah*, 1: 194.

- اور صاحبِ ہدایہ نے مزید لکھا کہ اس اختیار کا استعمال کرنے کے لئے قاضی کے فیصلے کی ضرورت پڑے گی یعنی یہ لڑکی یا لڑکا خود نکاح نہیں توڑ سکیں گے[51]۔ لیکن رائج قانون میں یہ متضاد بیانیہ موجود ہے پہلا اس میں دفعہ 274 کے نوٹس میں ہے کہ " دعویٰ بر بنائے خیار البلوغ بابت تنسیخ نکاح دائر ہوا، جو فیملی کورٹ نے مدعیہ کے حق ڈگری کر دیا۔ اس کے بعد مدعاعلیہ نے اس ڈگری کے خلاف ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی، شہادت سے واضح ہے کہ مدعیہ نے بلوغت کے بعد اپنا حق خیار البلوغ کو استعمال کیا۔ عدالت سے اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے عورت نے اپنے حق کو استعمال کیا۔ جو طلاق Pakistan Legal Decisions 1995 FSC 1[52] کے تحت ہوگئی۔ فیملی کورٹ نے قانونی طور پر اور درست طور پر دعویٰ ڈگری کیا رٹ کو خارج کر دیا گیا۔ نیز ایک اور مقام پر ہے کہ "سن بلوغت کے حق کو حاصل کرنے کے لئے۔ عدالت کے حکم کی اطلاع دینا ضروری نہ ہے"۔[53]

سنِ بلوغت (اس سے مراد یہاں پر خیارِ بلوغ ہے) کے حق کو حاصل کرنے ے لئے اس کے تین لوازمات ہیں۔

(1) فریقین کے درمیان شادی نابالغی کی حالت میں ادا ہوئی ہے۔ (2) فریقین کے درمیان شادی تکمیل شدہ طریقہ سے نہ ہوئی ہو۔ (3) شادی 16 سے 18 سال کی عمر تک انکار کر سکتی ہے۔[54] اگر کتبِ فقہ میں بیان کردہ اصولوں کو اس حوالے سے دیکھا جائے تو ان میں بھی رائج قانون سے واضح فرق موجود ہے[55]

5. خلاصہ ونتائج بحث

مذکورہ بالا موضوع اور اس کی تفصیلات کا جائزہ لینے سے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں:

- شریعتِ اسلامی میں انسان اسی وقت تمام احکامِ شرعیہ کا مکلف / پابند ہوتا ہے جب کہ وہ بالغ ہو۔
- بلوغت ہی ایک ایسا مقام ہے جہاں آکر فرد خود مختار اور کسی دوسرے کی ولایت کی ذمہ داری اٹھانے کا اہل شمار ہوتا ہے۔
- بلوغت کے لئے کم سے کم عمر کا تعلق علاماتِ بلوغت کے ظہور سے ہے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔
- لڑکے کو 12 سال اور لڑکی کو 9 سال قمری سے پہلے دعویٰ بلوغت کے باوجود بالغ تصور نہیں کیا جاسکتا۔
- لڑکے اور لڑکی کی طبعی طور پر بلوغت کی ابتداء میں فرق ہے اور ہمیشہ سے یہ بات مسلمہ ہے کہ لڑکیاں بنسبت لڑکوں کے جلد بالغ ہو جاتی ہیں۔
- زیادہ تر فقہاء کا بلوغت کی انتہائی حد پر اختلاف پایا جاتا ہے جبکہ علاماتِ بلوغت ظاہر نہ ہوں، تاہم احناف کا متفق علیہ قول وہی 15 سال ہے جس کو صاحبین یعنی امام ابو یوسف وامام محمد نے اختیار فرمایا ہے۔
- قانون میں بیان کردہ بلوغت کے حوالے سے مسائل میں کچھ حد تک تضاد / اختلاف دیکھنے میں آیا ہے یعنی ایک طرف تو فرد کی مذہبی تعلیمات کو بھی تسلیم کیا گیا ہے اور دوسری طرف اس سے مختلف بیانیہ بھی عدالتی نظائر میں دیکھنے میں آیا ہے۔
- شریعتِ مطہرہ کے بعض قوانین میں اختلاف بہر حال موجود

---

[51] Al-Marghinani, *Al-Hidayah*, 1: 194

[52] 2009 CLC 1251.

[53] Pakistan Legal Decisions 1950 Lahore, 203

[54] Pakistan Legal Decisions,1970 Lahore 45

[55] Al-Marghinani, *Al-Hidayah*, 1: 194.